آخر دور میں کبھی کبھی حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا یہ مقولہ نقل کرتے تھے جو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں نقل کیا ہے۔

اگر من شیخی کنم ہیچ شیخ در عالم مرید	اگر میں پیری مریدی کروں، تو کسی پیر کو
نیابدا ما امرا کار دیگر فرمودہ اند و آں	دنیا میں مرید نہ ملے لیکن میرے سپرد
ترویج شریعت و تائید است	ایک دوسرا ہی کام ہے اور وہ ہی شریعت
	کو رواج دینا اور دین کو نجات بخشنا

مجدد صاحب اس کی تفصیل فرماتے ہیں:

لاجرم بصحبت سلاطین می رفتند و	چنانچہ آپ بادشاہوں کی صحبت میں
تبصرف خود ایشاں را منقادمی ساختند	تشریف لے جاتے اور اپنے اثر
و تبوسل ایشاں ترویج شریعت می	سے ان کو مطیع بناتے اور ان کے
فرمودند	ذریعہ شریعت کو رواج دیتے۔
(مکتوب شصت و پنجم)	(مکتوب 65)

مولانا نے اپنے کو اس کام کے لئے اتنا یکسو کر لیا کہ اگر کسی نے کسی اور بات کی فرمائش کی یا مشغول کرنا چاہا تو معذرت کی، اور ایک دوست کو جنہوں نے تعویذ کی فرمائش کی تھی تحریر فرمایا:

"بھائی اللہ تمہیں خوش رکھے، میں تعویذ گنڈے، جھاڑ پھونک نہیں جانتا۔ میں نے نہیں سیکھے، مجھ سے اگر مذہب پر مضبوط ہونے کے واسطے تبلیغ سیکھو تو سب سے زیادہ مفید ہے دنیا کی زندگی کو سہل کر دے اور مرنے کے بعد کی زندگی کو تروتازہ رکھے۔ تبلیغ میں مشغول رہنا چاہتا ہوں، جانتا یہ بھی نہیں"۔

ایک دوسے خط میں ایک دوسرے طالب کو تحریر فرماتے ہیں:

"تعویذ گنڈا کچھ نہیں جانتا۔ میرے یہاں ہر درد کا مرہم تبلیغ ہے، دین کے فروغ سے اللہ راضی ہوتا ہے اور محمد ﷺ کو روضہ اقدس میں ٹھنڈک پہنچتی ہے، جب اللہ کی رضا اور رسولؐ کو راحت اور ٹھنڈک ہو گی تو اللہ ہر چیز کو خود بخود درست فرمائیں گے۔"

ایک تیسرے خط میں لکھتے ہیں:

"میرے دوست! نہ میں عامل ہوں نہ میں تعویذوں سے واقف ہوں، نہ میں گنڈوں

سے آشنا ہوں، ایک مسجد میں پڑا ہوا ناواقف آدمی ہوں، اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے اور اس کے کرم سے مرنے کے بعد کی زندگی درست کرنے کی کوشش کرنے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس مخلوق میں شامل کر دیں جو حضور جیسی نعمت عظمی سے فائدہ اُٹھاوے بس اس چیز میں لگا رہتا ہوں۔ اگر آپ کو یا آپ کے دوستوں کی اس چیز کی ضرورت ہو تو آپ توجہ کریں، شاید کوئی بات ہاتھ لگ جائے اور پلے پڑ جائے''۔

دین کی جڑ کی توجہ کرنے کی ضروت:

آپ نے اس چیز کو اچھی طرح پالیا تھا کہ دین کی جڑ کے خشک ہونے کی وجہ سے اس کی شاخیں اور پتیاں مرجھائی جا رہی ہیں، ارکان و فرائض دین کے اضمحلال کی وجہ سے نوافل، طاعات کی رونق و تازگی و شادابی رخصت ہو رہی ہے، اعمال کی نورانیت و مقبولیت کم ہو رہی ہے، دُعاؤں اور اذکار و ظائف کی طاقت و تاثر اُٹھتی جا رہی ہے۔ اس حقیقت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

''میرے حضرت! یہ وظیفہ وظائف اور یہ اللہ کی بارگاہ میں دُعائیں اور دین کی لائن کی ہر چیز درحقیقت ایمان کی پگڈنڈیاں اور اس کے پھول پتے ہیں جو نسا درخت اپنی جڑ سے سوکھ چکا ہو، اس کے پھول پتوں میں شادابی کہاں سے ہو سکتی ہے، اس واسطے اس بندہ ناچیز کے نزدیک اس زمانے میں نہ دُعا کارگر ہے نہ کوئی عمل نہ وظیفہ بارآور ہے اور نہ کسی کی توجہ اور ہمت کارآمد ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت دین کے فروغ کی کوشش ترک ہو چکی ہوگی جس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہتے ہیں اس وقت دُعاؤں میں راتیں رو کر گزارنے والوں کی دُعا مقبول نہیں ہونے کی، ابواب رحمت بند ہو چکے ہوں گے، ابواب رحمت کھلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ مسلم کا فروغ اسلام کے فروغ کی کوشش میں لگنے کے اندر کے علاوہ ہرگز متصور نہیں۔ حق عزوجل نے مومن کے ساتھ رحمت کے ساتھ توجہ کرنے اور کرم و الطاف کے ساتھ برتاؤ کرنے کا ارادہ صرف اسی وقت فرما رکھا ہے کہ جب وہ اسلام کے فروغ میں ہو، اسلام کے فروغ میں اپنی سعی صرف کر رہا ہو''۔

دین کے اس روز افزوں انحطاط، ہندوستان میں اسلام کے زوال، عقائد و ارکان دین کے

ضعف واضمحلال اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی لادینیت اور مادہ پرستی نے مولانا کی حساس اور غیور طبیعت پر ایسا اثر کیا کہ ساری عمر وہ اس درد سے بے چین رہے۔ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک کو اُمت کی اس حالت سے جو اذیت پہنچ رہی ہے اس کو مولانا گویا حسی طور پر اپنے قلب میں محسوس کرتے تھے اور اس کی وجہ سے ایک نہ مٹنے والی بے کلی اور خلش رہتی تھی، ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں جناب محمد ﷺ کی روح پاک کو اپنی اس اسکیم کے زندہ ہوئے بغیر بے چین پا رہا ہوں اور اس وقت دنیا میں مذہب کی تازگی اور تمام دنیا کی اسلامی مخلوق کی بلاؤں اور آفات کا ذریعہ مجھے کھلی آنکھوں اپنی اس تحریک کی تازگی میں منحصر نظر آ رہا ہے، اور کچھ اللہ جل جلالہ، عم نوالہ کی طرف سے اس کی نصرت اور تائید کی کھلی آیات نظر آ رہی ہیں اور اُمیدیں بہت اچھی کامیابی کی سرسبزیوں سے شاداب ہیں۔ میں اس امر میں مباورت و مسابقت کرنے والوں کے لئے خوش نصیبی اور سعادت کا بہت ہی بڑا حصہ نمایاں دیکھ رہا ہوں لیکن کھلی رغبت کے ساتھ مباورت اور مسابقت کرنے والے بہت ہی کم ہیں''۔

دین کے درد کو مولانا ہر مسلمان کے لئے نہایت ضروری سمجھتے تھے، دین کے فروغ سے غفلت اور خالص دنیاوی انہماک سے ان کے نزدیک اللہ سے بعد اور آخرت کی روسیاہی اور شرمندگی کا قوی خطرہ تھا، دوستوں کو خط میں لکھتے تھے:

''اس بات کا ضرور یقین کرنا چاہیے کہ جو شخص اسلام کے مٹنے کا درد لئے ہوئے بغیر مرے گا اس کی موت بدترین موت ہے، مذہب کے فروغ سے غفلت والا اور اپنی لذت اور دنیاوی زندگی میں مست رہنے والا قیامت کے دن روسیاہ اُٹھے گا''۔

میرے دوستو! دین کی کوشش میں لگا ہوا شخص مرنے کے وقت تروتازہ اور محمد ﷺ کے ساتھ سرخروئی سے منہ کر سکے گا اور محمدی دین سے غفلت میں مرنے والا روسیاہ اور محمد ﷺ کے سامنے منہ نہ کرنے کے قابل اور بُری موت مرے گا۔ دین کے اندر کی کوشش حضور ﷺ کے درد کا مرہم ہے، اتنی بڑی ہستی کے مرہم کی فکر نہ کرنا بڑی جہالت اور سخت بُری بات ہے۔

اور دین کے فروغ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش اور اس کے لئے مناسب چیزوں میں حصہ لینے سے مولانا کو قیامت میں بڑی توقعات تھیں اور بڑے بڑے منظران کو دیکھائی دیتے تھے۔ میوات کے ایک جلسہ کے موقع پر تحریر فرماتے ہیں:

''جلسہ کی کامیابی کی کوشش کرنے والوں کو مژدہ سنا دو کہ انشاء اللہ جبکہ باہمی جدال کے منظر کو اعلاء کلمۃ اللہ کی مجلس میں بدلنے کی کوشش کی ہے تو انشاء اللہ قیامت کے دن اس بڑے مجمع میں جس میں اولین و آخرین جن وانس اور سب مخلوق انبیاء و ملائکہ کی جماعتیں ہوں گی تو یہ کارنامہ انشاء اللہ برسرمنبر مذکور ہوگا، اللہ اس دن کی نیک نامی کے لئے ہمیں جانوں کا دینا اور مرمٹنا نصیب فرمائیں''۔

سیاست سے پہلے دعوت:

مولانا دین کے تمام کاموں میں ایمان اور مذہب کے اصول وارکان کے لئے جدوجہد اور تبلیغ و دعوت کو مقدم سمجھتے تھے اور ان کے نزدیک انہیں چیزوں سے پورے دین کو اخذ کرنے اور پوری شریعت پر عمل کرنے کی قابلیت وقوت ابھرتی ہے، اسی طرح عبادات کی درستی اور حکومت کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور دین کی دعوت کی کامیابی اور اس میں پوری جدوجہد سے سیاست کی قابلیت اُبھرتی ہے، جس سیاست کی بنیاد دعوت پر نہیں ہے وہ سیاست بے بنیاد اور متزلزل عمارت ہے۔

سیاست سے یہاں مراد کسی کام کو قوت اور اقتدار سے اور کسی ضابطہ اور نظام کے ذریعہ کرانا ہے اور دعوت سے مراد محض تشویق وترغیب اور کسی چیز کے منافع اور فضائل بتا کر اس پر شوق سے آمادہ کرنا ہے۔

مولانا کو ایک مستقل نظریہ بلکہ اسلامی تاریخ کا مولانا کے ذہن میں ایک خلاصہ تھا کہ اس امت سے صدیوں سے سیاست کی قوت واہلیت سلب ہو چکی ہے۔

اب مدتوں پورے صبر وضبط کے ساتھ دعوت کے اصول پر کام کرنے کی ضرورت ہے، اس کے بعد مسلمانوں میں نظم و اطاعت کی قابلیت، اپنے نفس خواہشات اور اپنے مصالح ومنافع کے بر خلاف کسی ضابطہ اور قانون کی پابندی میں کام کرنے کی قوت پیدا ہوگی، سیاست کی تھوڑی سی مقدار کے لئے دعوت کی بہت بڑی مقدار چاہیے۔ دعوت میں جس قدر کمزوری ہوگی اور جس قدر اس مرحلہ میں عجلت وتیز رفتاری سے کام لیا جائے گا، سیاست میں اسی قدر خامی، جھول اور بھراؤ ہو

گا، یا تو وہ سیاست وجود میں نہ آسکے گی یا وجود میں آجانے کے بعد اس کی عمارت زمین پر آرہے گی۔

واقعہ بھی یہی ہے، خلاف راشدہ کی قوت امر و نظم اور مسلمانوں کا ضبط و نظام اور تعمیل حکم کی قوت نتیجہ تھی اس طویل دعوت کا جو نبوت کے پہلے سے سال شروع ہو کر خلافت راشدہ تک قائم رہی اور بعد کا ضعف اور جماعتی زوال نتیجہ تھا دعوت سے اس تغافل کا جو خلافت بنی اُمیہ اور بنی عباس میں پیدا ہو گیا تھا۔

مولانا حضرت حسنؓ کا ایک فقرہ اکثر دہراتے تھے جو آپ نے حضرت حسینؓ سے بے بطریق وصیت فرمایا تھا کہ اس امت کا کام بطریق دعوت ہوگا۔

مولانا نے کسی ایسی جماعت میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا جس کا کام محض ضابطہ و سیاست اور افسری و ماتحتی کے اصول سے ہو آپ کے نزدیک موجودہ اختلافات، انتشار اور خرابیوں کا سبب ہی یہ تھا کہ دعوت سے پہلے سیاست شروع کر دی گئی ہے اور دینی کام کو مغربی سیاست و تنظیم کے طریق سے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اصلاح کیلئے ماحول اور فضاء کی تبدیلی ضرورت ہے:

مولانا نے جس مبارک ماحول میں ابھی تک پرورش پائی تھی وہاں کی دینی غیرت و حمیت، عشق سنت اور جذبہ حفاظت شریعت اس کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ منکر کو زندہ رہنے کی فرصت دی جائے اور کسی چھوٹے چھوٹے معروف کی ترویج میں بھی انتظار و تاخیر سے کام لیا جائے اور حق یہ ہے کہ اسی دینی تصلب اور استقامت کا نتیجہ ہے کہ اس دینی حلقہ کے اندر بیسیوں معروفات کا رواج ہو گیا، بیسیوں منکرات دب گئے اور متعدد و مردہ سنتیں ان حضرات کی جد و جہد اور قربانیوں سے زندہ ہو گئیں۔ **فجز اھم اللہ عن الاسلام خیر الجزاء**۔

یہ حمیت دینی اور عشق سنت مولانا کے خمیر میں تھا اور اس ماحول میں اس کی مزید پرورش اور استحکام ہوا۔ مگر اس ماحول سے بالکل مختلف اللہ تعالیٰ نے مولانا کی بصیرت پر یہ نکتہ منکشف فرمایا کہ منکرات کے مٹانے کا یہ طریقہ نہیں کہ ایک ایک منکر کے مٹانے کے درپے ہو جائے۔ ایک منکر کے مٹانے کے لئے بعض اوقات عمریں گزر جاتی ہیں اور وہ پھر بھی نہیں مٹتا، اگر وہ مٹ بھی جاتا ہے تو وہ صرف ایک مقامی اصلاح ہوتی ہے اور بعض اوقات ایک دوسرا منکر پیدا ہو جاتا

ہے، دنیا میں اس وقت صدہا منکرات ہیں، عمریں ختم ہو جائیں تو بھی وہ سب نہیں مٹ سکتے۔ مولانا کے نزدیک صحیح طریقہ یہ تھا کہ ان منکرات سے بحالات موجودہ براہ راست تعرض نہ کیا جائے بلکہ ایمانی شعور اور دینی احساس کو بیدار کیا جائے اور معروفات کی تکثیر و ترویج کی جائے۔

مولانا مقامی و جزئی اصلاح کے قائل نہ تھے، وہ فرماتے تھے کہ دور سے فضا بدلتے ہوئے اور معروفات پھیلاتے ہوئے آؤ، یہ منکرات آپ اپنی جگہ پر بغیر کسی جھگڑے کے مضمحل ہو جائیں گے۔ معروفات کو جتنا فروغ ہوگا منکرات کو زوال ہوگا۔

ایک سلیم الفطرت [1] میواتی نے جو مولانا کے خاص تربیت یافتہ ہیں مجھ سے کہا کہ ایک دن میں چھڑکاؤ کر رہا تھا۔ سب چھڑکاؤ کیا اور جہاں کھڑا تھا، وہ جگہ خشک رہ گئی۔ سب طرف سے ٹھنڈی ہوائیں آئیں تو وہ جگہ خود بخود ٹھنڈی ہو گئی۔ اس وقت یہ نکتہ میری سمجھ میں آیا کہ اگر میں نے اس جگہ چھڑکاؤ کیا ہوتا اور اس کے گرد پیش خشک رہتا تو وہ جگہ بھی ٹھنڈی نہ ہوتی، اس وقت مولانا کا یہ اصول پورے طور پر سمجھ میں آیا۔ ایک گاؤں میں جہاں دین کے اثرات نہیں تھے، دین کے اثرات اور دین کی دعوت قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہونے کے لئے اسی طریقہ کے اختیار کرنے کی ایک خط میں ہدایت فرماتے ہیں:

> ”ان کو براہ است خطاب کرنا جبکہ خطاب کی ناقدری شروع کر دی ہے، ٹھیک نہیں اس کے پاس دو دو چار چار کوس کے جو جو گاؤں ہیں ان سب جگہوں کے میانجی صاحبان اور ٹھونٹوں (سر برآوردہ لوگوں) کے حالات تحقیق کر کے ان کو جماعتیں لے جانے کی تاکید کریں اور اس عمومی کوشش کے انداز دیکھتے رہو، اس طرح ان کے اندر صلاحیت پیدا ہو جائے گی اور پھر خطاب مفید ہوگا ورنہ پہلے سے بھی زیادہ خطرہ ہے“۔

ہمیشہ آدمی ماحول کا اثر لیا کرتا ہے، یہ ہماری تبلیغ کا خلاصہ ہے۔ عام ہوا کا اور اپنے ماحول کا ہمیشہ آدمی اثر لیا کرتا ہے، اپنے ماحول کے خلاف ہوا دینا بڑا مشکل ہے، اس لئے زیادہ تر کوشش عام ہوا کے بدلنے میں رکھنی چاہیے [2]۔

1۔ میانجی داؤد   2۔ (بنام میاں محمد عیسیٰ صاحب فیروز پور نمک)

مولانا اصل دین کی کوشش اور دین کے متفقہ علیہ اجزاء کی اشاعت وترویج کو اس زمانے کے تمام فتنوں اور امراض کا علاج سنتوں کے فروغ اور ہر دینی خیر و برکت کے پھیلنے کا سبب سمجھتے تھے، آپ کے نزدیک صحیح ترتیب یہ تھی کہ مسلمانوں کی پوری زندگی کو ایمان اور دین کے سایہ کے نیچے لانے کی کوشش کی جائے۔ اسی سے اس کی زندگی کی چول بیٹھے گی۔

ایک دوست کو تحریر فرماتے ہیں:

''ہمت کو اصل دین کے لئے بلند رکھو، ہمت کو چست کرو حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی روح مبارک اس قدر سرسبز ہوگی کہ خیال وگمان وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور اللہ چاہے ایسی کھلی ترقی دیکھو گے کہ کوئی طاقت اس کا ادراک نہیں کرسکتی''۔

ایک دوسرے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے دوستو! میری کوشش کرنے سے سینکڑوں حضور ﷺ کی سنتیں زندہ ہوں گی۔ اور ہر سنت پر سو شہیدوں کا ثواب ملے گا، تم خود دیکھو کہ ایک شہید کا کتنا بڑا رتبہ ہے۔

ایک دوست کو جو غالباً مسلمان اہل حرفہ و اہل صنعت کی دینی اصلاح وترقی کے خواہش مند تھے۔ تحریر فرمایا:

''اس بندہ ناچیز کی نظر کے اندر وہ تبلیغ جس کے لئے آپ کو بھی بلایا تھا اور خود بھی کوشاں ہے اس کا منتہا دنیا کے مسلمانوں میں صنعت وحرفت وزراعت وتجارت کو شریعت کے ماتحت اور شریعت کے مطابق کرنا ہے، تبلیغ کی ابجد اور الف، ب، ت عبادات سے ہے اور عبادات کے کمال کے بغیر ہرگز معاشرت اور معاملات تک اسلامی امور کی پابندی نہیں پہنچ سکتی۔ سو مخلصین کی صحیح اسکیم یہ ہونی چاہیے کہ تبلیغ کی ابجد الف، ب، ت یعنی عبادات کو دنیا میں پھیلانے کی اسکیم شروع کرکے اس کے منتہا پر پہنچانے کی کوشش میں لگ جائیں، معاملات ومعاشرت اور باہمی اخلاق کی اصلاح ودرستی کے ذریعہ سیاست نامہ تک رسائی ہوگی، اس کے سوا کسی جزئیات میں پڑ جانا اپنے سرمایہ درد کو شیطان کے حوالے کردینے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے''۔

ترسم نہ سی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ می روی بترکستان است

ذکر تعلم کا عمومی طریق:

اس تحریک کے اصول وارکان میں ذکر وعلم کے لفظ بار آئے ہیں جو مولانا مسلمانوں کو دیتے تھے لیکن مولانا کی تحقیق اور اصطلاح میں ذکر وعلم کے خاص معنی ہیں، اس لئے ان کی مستقل تشریح کی ضرورت ہے۔ مولانا کی اصلاحی وتجدیدی دعوت کا یہ بہت اہم شعبہ ہے۔

سارے ہندوستان اور پورے عالم اسلام میں مدت سے ذکر وتعلم کی دو خاص اصطلاحیں اور ان کے دو اصلاحی طریقے رائج ہیں۔ ذکر کے لئے مقرر اوراد وظائف اور علم کے لئے کتابوں اور مدارس کا ایک مخصوص نظام ہے جس میں متعدد سال صرف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، ذکر و حصول علم کو رفتہ رفتہ ان دونوں دائروں میں اس طرح محدود کر دیا گیا کہ ان دونوں طریق و نظام کے بغیر ذکر وعلم کا حصول مستعبد اور تقریباً خارق عادت سمجھا جانے لگا۔

مولانا کی دعوت وتحریک کا دوسرا انقلابی وتجدیدی جزیہ ہے کہ دونوں طریقے اور نظام بہت ضروری اور بڑی خیر و برکت کا باعث ہیں۔ لیکن یہ تکمیلی اور خصوصی درجہ ہے۔ جس سے خواص امت اور عالی ہمت اہل طلب ہی اپنی تکمیل وترقی کر سکتے ہیں۔ لیکن امت کے لئے یہ عمومی طریق نہیں یہ اور اس راستہ سے امت کے مشغول اور عام افراد اور اس کا سواد اعظم ذکر وعلم کے منافع وثمرات اور اس کے مقاصد تھوڑے وقت میں حاصل نہیں کر سکتا، امت کا اصلی اور طبعی طریق حصول علم کا ذکر وہی ہے جو قرون اول میں تھا۔

مولانا نے قرون اول کے مسلمانوں کا بڑی غائر نظر سے مطالعہ کیا تھا، آخر وقت تک صحابہ کرامؓ کے حالات وسیر اور اخلاق وشمائل کا مذاکرہ اور دور رہا اور ان کے حالات پڑھوا کر سنتے رہے۔ صحابہ کرامؓ کے خصائص وامتیازات اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور جزئیات پر جتنی عمیق نظر تھی، اس وقت تک کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ مولانا کا اصلی درد یہی تھا کہ اسی طرز زندگی اور اس طریق کا ذکر وتعلم کو زندہ کیا جائے، ذکر کے متعلق مولانا کا فرمانا یہ تھا کہ غفلت تو حرام ہے لیکن ذکر، ذکر لسانی اور ذکر لفظی میں محدود نہیں، زندگی کے مختلف احوال اور اعمال واشغال کے بارے میں جو احکام وارہوئے ہیں، دھیان کرتے ہوئے، ان کے مطابق ان اعمال واشغال کو انجام دینا ذکر ہے، اس طرح پوری معاشرت اور پوری زندگی ذکر میں تبدیل ہوسکتی ہے، پھر اس سلسلہ میں "ایمان احتساب" کی صفت کو زندہ کرنا اصلی اور اعلیٰ کام ہے۔ مسلمانوں میں اعمال وعبادات

کی اتنی کمی نہیں جتنی ایمان واحتساب کی ہے۔

''ذکرلسانی ولفظی کو بھی مولانا کے نزدیک دین کی جدوجہد اور حرکت وسعی کے ساتھ ضم کرنے کی خاص ضرورت ہے۔ یہی صحابہ کرامؓ کی زندگی کی ساخت تھی کہ وہ دین کی دعوت وجہاد اور دین کے فروغ کے لئے سعی وعمل کے ساتھ ذکر کو ضم کرتے تھے اور یہی اب بھی ہونا چاہیے۔ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

''حق تعالیٰ کے قرب اور اس کی کامل وفا کا سہل اور اقویٰ وسیلہ سمجھ کر ذکر میں ہوتے ہوئے اور سر بسجو دہو کر دُعاؤں کی کثرت کرتے ہوئے آپ اس کام کو کرتے رہیں اور اسی طرح کرنے کی سب کو تعلیم دیتے رہیں۔ ذکر اور دُعا کی کثرت اس کا پہیا ہے اور اس کی روح ہے''۔

ایک کارکن کو تحریر فرماتے ہیں:

''ذکر سے اپنی خلوتوں کو اور خلوص کے ساتھ اللہ کی نہایت عظمت لیتے ہوئے دعوت الی الحق سے اپنی جلوتوں کو مشغول رکھو، ہاری تھکی طبیعتیں مت رکھو، ہشاش بشاش چلتا پھرتا آدمی اللہ کو نہایت محبوب ہے، اور اسی کے مقابل آخرت کی فکر میں ملول بھی اللہ کو پسند ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غالب عادت رنجیدہ رہنے کی تھی''۔

ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''ہر وقت کے لئے ان کے اپنے وقتوں کی عظمت اور حرمت میں آئی ہوئی تعریفیں اور فضیلتیں معلوم کر کے ان کا اعتقاد کرتے ہوئے کرنا یہی ان کا طریقہ ہے، ہر ایک کی فضیلتیں حدیثوں میں الگ الگ وارد ہیں، اور ہر ایک کے الگ الگ برکات وانوار ہیں، ہم جیسے عامی لوگوں کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہر وقت کی نماز ادا کرنے کے وقت یہ مانگ لے کہ ہر وقت کے جو برکات اور انور ہیں ان کا اللہ تعالیٰ ہمیں حصہ نصیب کرے۔''

علم کے متعلق بھی مولانا کی تحقیق یہ تھی کہ دین کے تعلیم وتعلم کو کتابوں کے نقوش اور مدارس کے حدود میں محدود کر دینا قرون متاخرہ کا طریقہ اور امت کے بڑے طبقے کو اس دولت سے محروم کرنے کے مرادف ہے، اس طرح امت کا بہت مختصر طبقہ دین کے علم سے منتفع ہوگا اور وہ بھی

محض نظری اور ذہنی طور پر دین کے تعلیم و تعلم کا فطری اور عمومی طریقہ جس سے لاکھوں افراد بلا کسی ساز و سامان کے تھوڑے وقت میں علم دین نہیں بلکہ نفس دین حاصل کر سکتے ہیں وہ اختلاط و اجتماع، صحبت سعی و عمل میں رفاقت اور اپنے ماحول سے نکلنا ہے۔ جس طرح زبان و تہذیب اہل زبان اور مہذب و شائستہ لوگوں کی صحبت و اختلاط سے حاصل کی جاتی ہے اور یہی ان کے سیکھنے کا فطری طریقہ ہے۔ اسی طرح دین کا صحیح علم اہل دین کی صحبت و اختلاط، رفاقت و اجتماع سے حاصل ہوسکتا ہے اور یہی اس کے حصول کا فطری طریق ہے کہ اس کے بہت سے اجزاء ایسے ہیں جو قلم کی گرفت سے باہر ہیں۔ دین ایک جاندار اور متحرک شے ہے، کتابوں کے نقوش جامد ہیں، جامد سے متحرک کا حاصل ہونا قانون فطرت کے خلاف ہے۔ دین کا کچھ حصہ جوارح سے تعلق رکھتا ہے، وہ قلب سے قلب میں منتقل ہوسکتا ہے، کچھ حصہ ذہن سے، وہ بیشک کتابوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے، اسی مضمون کو ایک مرتبہ اس طرح بیان فرمایا۔

''انسان کا ہر عضو ایک خاص وظیفہ کے لئے مخصوص ہے، آنکھ سے دیکھنے کا کام لیتے ہیں اور اس کام کے لئے وہ مجبور ہے، اس سے سننے کا کام نہیں لیا جاسکتا۔ اسی طرح بیرونی ماحول کا احساس دل کا کام ہے، دل جس چیز کا احساس کرتا ہے، دماغ کا کام اس کی تشکیل کرنا ہے، دماغ دل کے ماتحت ہے اور دل میں احساس ماحول سے پیدا ہوتا ہے۔ دماغ کی تشکیل کا نام علم ہے، دماغ اسی وقت صحیح تشکیل کرے گا یعنی علم حاصل کرے گا جب دل صحیح احساس رکھتا ہو، اور یہ احساس جامد کتابوں کی صحبت سے نہیں پیدا ہوسکتا۔ یہ تو عمل سے حاصل ہوگا، میں یہ نہیں کہتا کہ مدرسے بند کردیئے جائیں۔ مدرسے تعلیم کی تکمیل کے لئے ہیں۔ لیکن ابتداء کے لئے موزوں نہیں [1]''۔

یہ عمل و تعلیم کے ایک ایسا علمی، مدلل اور محققانہ بیان اور ایک ایسی گہری تقریر ہے جس کو علمی طور پر اہل علم کو اپنے بحث و نظر اور تلاش و تحقیق کا موضوع بنانا چاہیے۔ مولانا کی دعوت کا یہ تعلیمی جز ایسا اہم اور ایسا انقلاب آفریں نظریہ تعلیم ہے جس پر ہمارے تعلیمی اداروں اور اہل علم کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے تھا اور اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیے تھا لیکن مولانا کی دعوت کے سلسلہ میں سب

---

1 (ارشد صاحب کا روزنامچہ و سفرنامہ)

سے کم اسی جز کو سمجھنے کی کوشش اور سب سے کم اسی کی طرف توجہ کی گئی۔

علم کی ترقی کے لئے مولانا کے نزدیک دوسری شرط یہ تھی۔

''یاد رکھو کوئی عالم علم میں ترقی نہیں کر سکتا جب تک وہ جو کچھ سیکھ چکا ہے دوسروں تک نہ پہنچائے جو اس سے کم علم رکھتے ہیں اور خصوصاً ان تک جو کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ میرا یہ کہنا حضورﷺ کی اس حدیث سے ماخوذ ہے (بر دیگراں پاش کہ حق بر تو پاشد) کفر کی حد تک پہنچے ہوؤں تک علم پہنچانا اصل علم کی تکمیل اور ہمارا فریضہ ہے اور جاہل مسلمانوں تک علم پہنچانا مرض کا علاج ہے[1]''۔

مولانا نے اس نکتہ کو خوب سمجھ لیا تھا کہ جس طرح ہر زمانہ کا ایک خاص فتنہ اور مرض تھا اس زمانہ کا خاص فتنہ اور مرض اپنی دینی حالت پر قناعت وسکون اور دنیا میں شدت انہماک اور مشغولیت ہے جس نے دین کے حصول کے لئے زندگی میں فرصت کا کوئی لمحہ نہیں چھوڑا، یہ مشاغل اور تعلقات اس زمانہ کے ''ارباب من دون اللہ'' اور ''بتان نو'' ہیں جو اپنی موجودگی میں کسی اور طرف توجہ کرنے اور اس کے اثرات قبول کرنے کے روادار نہیں، مولانا نے بڑی قوت کے ساتھ اس بات کی دعوت دی کہ دین سیکھنے کے لئے اور دین کے اثرات کو جذب کرنے کے لئے اپنے ماحول سے (عارضی طور پر) نکلنے اور ان بتوں کی گرفتاری سے آزاد ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ مشاغل اور تعلقات قلب سے اتنے چسپاں ہو چکے ہیں کہ کلمہ دین کی حقیقتیں اور اثرات کے قلب میں داخل ہونے کے لئے کوئی چھوٹے سے چھوٹا دریچہ بھی نہیں پاتے اور اس کی بالائی سطح سے ہی ٹکرا کر رہ جاتے ہیں۔

مولانا کے نزدیک مسلمانوں کے ہر طبقے کو دین سیکھنے اور اپنی زندگی میں حقیقی دینداری پیدا کرنے کے لئے نیز دینداروں اور علم حاصل کرنے والوں کو اپنی سطح سے ترقی کرنے کے لئے اپنے مشاغل سے کچھ وقت نکالنے اور اپنے کو اس وقت کے لئے فارغ کر لینے کی ضرورت ہے۔

مولانا کے نزدیک علم دین حاصل کرنا اور دین سے تعلق پیدا کرنا مسلمانوں کی زندگی کا اہم جز ہے جس کے بغیر مسلمان کی زندگی اس ساخت کے مخالف ہے جس پر مسلمان کی زندگی بنائی گئی، محض کھانا کمانا اور دین سے جاہل اور غافل رہنا حقیقتاً مسلمانوں کی زندگی نہیں، اسی طرح مسلمان کی زندگی میں تبلیغ اور دین کے لئے حرکت وسعی اور عملی جدوجہد کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور ہونا

چاہیے۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی میں یہ چار چیزیں عموماً جمع رہتی تھیں۔ تعلیم، ذکر تبلیغ خدمت دین، معاش، اب پہلی تین چیزوں کی جگہ چوتھی چیز (معاش) نے لے لی ہے اور زندگی کی پوری وسعت اس طرح گھیر لی ہے کہ کسی چیز کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔

مگر اس صورت حال کی اصلاح کی شکل یہ نہیں کہ ان چھوٹے ہوئے کاموں کے لئے اپنے تمام مشاغل ترک کر دینے اور اپنے کو ہمہ تن وقف کر دینے کی دعوت دی جائے بلکہ صحیح طریق کار یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ ہی کے طرز زندگی کے دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی جائے کہ وہی سب سے سہل اور سب سے اعلیٰ اور معیاری درجہ ہے۔ ان کو اپنے مشاغل کلیہ ترک کرنے پر مجبور نہ کر دیا جائے بلکہ ان مشاغل میں سے دین کے لئے وقت نکالنے کی ترغیب دی جائے اور اس وقت کو زیادہ سے زیادہ کارآمد بنایا جائے اور اس سے حتیٰ الامکان ان نتائج کے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے جو دینی تعلیم کا مقصود ہیں۔

اس کی صورت یہ ہے کہ یہ وقت اہل طلب اور اہل دین کے ساتھ گزارا جائے، کچھ سیکھا جائے، کچھ سکھایا جائے۔ دین کو اس دینی ماحول میں آنکھوں، کانوں اور اپنے حس وادراک کی دوسری طاقتوں کے ذریعہ سے پورے طور پر اخذ کیا جائے، دین کا اور اہل دین کا اس طرح مطالعہ کیا جائے جس طرح کسی اجنبی ملک کی ہر چیز کا غور سے مطالعہ کیا جاتا ہے، اور اس کے اثرات کو اپنے میں اس طرح جذب کیا جائے جس طرح ہوا اور پانی کے ذریعہ کسی زمین کے اثرات قبول کئے جاتے ہیں۔ وہاں دین کے کسی ایک جز کا مطالعہ نہ ہو بلکہ اس کے پورے اجزاء کا مطالعہ ہو، صرف عبادات وفرائض ہی کے احکام وآداب نہ سیکھے جائیں بلکہ معاشرت تہذیب واخلاق، معاملہ وگفتگو، سلوک وحسن خدمت ورفاقت ومحبت کا شرعی طریق اور اس کے آداب وضوابط اور سونے کھانے' اٹھنے بیٹھنے کے آداب ومسائل سیکھے جائیں' سیکھے بھی جائیں اور برتا بھی جائے، اسی کے ساتھ دین کے جذبات اور اُمنگیں اور دین کی روح بھی پیدا کی جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اہل دین اور اہل علم اور کم سے کم اہل طلب کی رفاقت ہو جو سب اس مقصد کے لئے جمع ہوئے ہوں۔ سابق ماحول کے اثرات وخیالات سے حتیٰ الامکان دور اور آزاد ہوں اور اتنا وقت گزرے کہ بہت سے وہ منازل ومراحل پیش آجائیں جو انسانی زندگی کے ضروری منازل ہیں اور ان سے متعلق شرعی آداب واحکام بروقت وبرموقع معلوم ہوں۔

دوسری ضرورت یہ ہے کہ اس وقت میں فضائل و مسائل کا مذاکرہ ہو۔ فضائل دینی زندگی کی روح اور اس کی قوت محرک ہیں۔ مسائل ان کے ضوابط و احکام ہیں اور دونوں ضروری ہیں لیکن دونوں میں وہی فرق ہے جو روح اور جسم میں ہے۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ کے ان واقعات و حالات کا بھی مذاکرہ ہے جن سے دین کے جذبات اور ولولے پیدا ہوں اور ان کی اقتدا کا شوق ہو۔

مولانا نے تبلیغی سفر میں ان تمام خصوصیات کو جمع کر دیا، ان کی آرزو تھی کہ دین کی تعلیم و تعلم کا یہ عام راستہ جس سے مدارس کے شاہانہ مصارف اور وسیع انتظامات کے بغیر اُمت کے ہزاروں لاکھوں مشغول افراد دین کی ضروری تعلیم اور دینی تعلیم و تربیت کے اعلیٰ نتائج (جن کا اب مدارس میں بھی حصول مشتبہ ہو گیا ہے) حاصل کر سکتے ہیں، عام طور پر کھل جائے اور اسکا رواج پڑ جائے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''وہ طرز زندگی اگر رائج ہو جائے اور جانیں جا کر بھی اگر یہ راستہ کھل جائے تو اُمت محمدی کے نہایت مشغول رہنے والے اور اپنے مشاغل سے فارغ نہ ہو سکنے والے افراد کو رشد و ہدایت سے پورا پورا حصہ ملنے کا طریق زندہ اور پائیدار ہو جائے گا''۔

دوسرے گرامی نامہ میں فرماتے ہیں:

> ''جس طرح مدارس میں تعلیم اور دین سیکھنے کے لئے مستقل عمریں اس کے لئے خرچ کی جاتی ہیں اسی طرح بڑے استقلال سے اس طرز سے دین محمدی کی تعلیم کے لئے وقتوں کے فارغ کرنے کی اپنے سے ابتداء کریں اور دوسروں کو دعوت دیں، اس کے لئے حوصلوں کو بلند کرنے کی بڑی سخت ضرورت ہے''۔

حقیقت یہ ہے کہ اس مشغول زمانے کے لئے جو غالباً پوری انسانی تاریخ میں اپنے انہماک اور شدت مشغولیت کے اعتبار سے ممتاز ہے، دین سیکھنے کے لئے اس سے زیادہ عام اور قابل عمل طریقہ نظر نہیں آتا کہ پابندی سے یا وقتاً فوقتاً اپنے مشاغل سے وقت نکال کر اور اپنے کو کچھ وقت کے لئے فارغ کر کے ایسے اجتماعات و ماحول میں یا ایسے تبلیغی قافلوں کے ساتھ رہا جائے جو اصول کے مطابق تعلیم و تعلم اور تبلیغ میں مشغول ہوں۔

ایسے سفر میں جو دینی برکات، علمی فوائد، اخلاقی تربیت، اصلاح نفس اور قلب و دماغ پر جو اچھے

اثرات ہوتے ہیں، ان کو تحریر میں لانا مشکل ہے کیفیات و جذبات تو قطعاً تحریر میں نہیں آ سکتے۔ ایثار، رفقاء کی خدمت، ادائے حقوق، حسن معاشرت، امارت اور دوسری خدمات کے فرائض کی ادائیگی، ذمہ داری کا احساس، مستعدی، حاضر دماغی، مختلف طبیعتوں اور مزاجوں کے ساتھ گزر، یہ سب اسلامی زندگی کے وہ شعبے ہیں جن کے احکام ہم صرف قرآن و حدیث اور فقہ کی کتابوں میں اور ان کے واقعات صرف سیرت اور تاریخ کے اوراق میں پڑھتے ہیں لیکن مدتوں سے ہماری شہری زندگی کی ساخت ایسی بن گئی ہے کہ ان میں سے بعض بعض چیزوں کی عمر بھر نوبت نہیں آتی ہمیں ان کا کوئی عملی تجربہ نہیں ہے اور بعض اوقات جب ان کا کوئی موقع آ جاتا ہے تو ہم ان کے بارے میں ناکام رہتے ہیں، بسا وقات ایک تبلیغی سفر میں ان سے اکثر یا سب چیزوں کی نوبت آ جاتی ہے اور ان کی عملی تعلیم ہو جاتی ہے۔

پھر دین کو عملی طور پر برتنے، مختلف لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے خوش سلیقہ دینداروں اور اہل علم کے ساتھ رہنے اور سیرت نبویؐ اور صحابہ کرامؓ کے حالات کا مطالعہ کرنے سے دین کی حکمت اور سلیقہ کے ساتھ عام عقل اور سلیقہ بھی پیدا ہوتا ہے اور آدمی کا فہم اور ذکاوت حس بھی ترقی کرتی ہے۔ بعض دوستوں کو اپنے رفقاء میں اس ترقی کا احساس ہوا ہے اور انہوں نے خطوط میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

جن اصحاب کو کسی ایسے سفر میں شرکت کا کبھی موقع نہیں ملا، ان کے لئے اس کے تاثرات کا پورا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے، ایک سرسری اور معمولی اندازہ کے ایک معمولی سے تبلیغی سفر کی مختصر سی روداد پیش کی جاتی ہے جو ایک گریجویٹ دوست کے خط سے ماخوذ ہے۔ اشخاص کے نام قصداً حذف کر دیئے گئے ہیں۔

> ''4 نومبر ہفتہ کے روز 3 بجے دوپہر جماعت کھڑک پور روانہ ہوئی۔ امیر جماعت .... صاحب منتخب ہوئے، جماعت 22 افراد پر مشتمل تھی جس میں سوائے ایک جماعت کے باقی تمام علاقہ دار جماعتوں کے نمائندے شامل تھے۔ اس جماعت میں دس افراد تو ایسے تھے جو پہلے (ایک تبلیغی) سفر اختیار کر چکے تھے اور باقی 4 اصحاب کا یہ پہلا تجربہ تھا''۔

کھڑک پور کلکتہ سے 72 میل دُور ہے۔ تھرڈ کلاس اور وہ بھی بمبئی میل کی تھرڈ کلاس میں

تمام جماعت کا (جنگ کے زمانہ میں) نہ صرف سما جانا بلکہ نہایت اطمینان سے سب کو جگہ کامل جانا اس کام کی خاص برکات سے ہے۔

مغرب سے کچھ قبل کھڑک پور پہنچے۔ پلیٹ فارم پر نماز مغرب با جماعت ادا کی گئی، نماز کے بعد جماعت شہر کی طرف روانہ ہوئی۔ شہر میں داخل ہونے سے قبل حسب دستور دُعا مانگی گئی، جامع مسجد میں قیام کی اجازت مسجد کے انتظامی انجمن کے صدر صاحب سے حاصل کی جا چکی تھی، کھانے کا بندوبست......... کے سپرد تھا، تمام جماعت نے اکھٹا کھانا کھایا' نماز عشاء کے بعد دس پندرہ منٹ تک مختصر الفاظ میں جماعت کا مقصد بیان ہوا اور حاضرین سے گشت میں شمولیت کی استدعا کی گئی۔ سونے سے پہلے تمام جماعت نے ''حکایات صحابہ'' میں سے چند صفحے سنے۔

تہجد کی نماز میں اکثر افراد شامل ہوئے۔ وظائف اور اشراق سے فارغ ہو کر جماعت نے مل کر ناشتہ کھایا۔ ناشتہ کے بعد ساڑھے بارہ بجے تک مسلسل تعلیم کا سلسلہ رہا۔ اول میں نے ''الفرقان'' سے مولانا محمد منظور نعمانی کا وہ مضمون جو جمادین میں چھپا تھا پڑھ کر سنایا۔ یہ مضمون تحریک کے تعارف اور جماعت کے لئے ضروری ہدایات کا کافی مصالحہ رکھتا تھا۔ پھر'' حکایات صحابہ'' سے کچھ پڑھ کر سنایا گیا۔ اس کے بعد ہمارے ساتھ .... کے ایک قاری صاحب تھے، انہوں نے ہر ایک سے سورہ فاتحہ سنی اور تصحیح فرمائی۔ پھر فقہ کی کتاب سے وضو کے فرائض، سنن اور مستحبات یاد کرائے گئے اور سمجھائے گئے۔ اس کے بعد باری باری چند افراد سے جماعت کے چھ نمبر (اصول) سنے گئے اور ضروری تشریح کی گئی، بعد ازاں میں نے اور امیر صاحب نے اپنے سفر دہلی اور میوات کے حالات بیان کئے۔ اس تمام پروگرام میں تقریباً ساڑھے چار بجے گھنٹے صرف ہوئے۔ پروگرام کے ختم ہوتے ہی کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔

کھانے کے بعد نماز ظہر پڑھ کر مسجد میں اچھا خاصا اجتماع ہو گیا تھا۔ ان کے سامنے ایک مختصر تقریر میں میں نے گشت کے اصولوں کی تشریح کی اور جماعت گشت کے لئے روانہ ہو گئی تولیت کلام میرے، امیر صاحب اور .... صاحب کے سپرد ہوئی جماعت کے علاوہ مقامی اصحاب کی کافی تعداد تھی، ہر جگہ تبلیغ الحمد للہ توقع سے بڑھ کر

کامیاب ہوئی، تمام مسلمانوں نے ہماری گزارشات سنیں، گشت کرتے ہوئے ایک دوسرے محلے میں پہنچ گئے، عصر کی نماز وہاں کی مسجد میں پڑھی، نماز کے بعد مختصر تقریر میں انہیں میوات کے انقلاب سے خبردار کیا گیا اور وہاں کے امام صاحب کے تعاون سے جماعت تشکیل پذیر ہوئی۔ اس جماعت کو تبلیغ کا نمونہ دکھاتے ہوئے مغرب کی نماز کے وقت تک جامع مسجد میں پہنچ گئے، مغرب کی نماز میں حاضرین کی کثیر تعداد تھی خصوصاً ان بھائیوں کو دیکھ کر بڑی مسرت ہوتی تھی جن سے گشت کے دوران میں درخواست کی گئی تھی، وہ نہا دھو کر اجلے کپڑے پہنے اپنی نئی زندگی شروع کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشے۔ آمین!

نماز کے بعد امیر صاحب مجھ سے تقریر کرنے کو کہا۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ اللہ نے مجھ سے کیا کیا کہلوایا لیکن اس کے فضل سے توقع سے زیادہ اثر ہوا اور خوب جوش پھیلا اور تقریر کے بعد بغیر کسی مزید تحریک کے 25 اصحاب نے اپنے نام تبلیغی جماعت کے لئے پیش کئے۔ انجمن کے صدر صاحب نے بھی اپنا نام پیش کیا اور امیر جماعت منتخب ہوئے۔

الحمد للہ علی ذلک.

چونکہ .... آج کل یہیں مقیم ہیں، انہیں جماعت کو کام پر لگانے اور اصولوں کے مطابق کام کی نگرانی کے لئے مقرر کیا گیا، اجتماع کے بعد دیر تک ملاقاتیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ خداوند کریم ان کے ولولے کو باقی رکھے اور ان کے ارادہ میں استقامت اور برکت دے۔ آمین

کھانے سے فارغ ہو کر جماعت اپنا اپنا سامان اُٹھا کر اسٹیشن آئی اور وہیں پڑ کر سو رہے۔ ساڑھے بارہ بجے گاڑی آئی۔ الحمد للہ اس تنگی کے زمانہ میں بھی ایک ایسا ڈبہ مل گیا جہاں تمام جماعت نہایت اطمینان سے سما گئی اور 4...5 کم عمر افراد کے تو سونے کی بھی جگہ نکل آئی، فجر کی نماز ریل میں سب نے ادا کی اور خداوند کریم نے اس کے لئے تمام سہولتیں مہیا کر دیں۔ پونے آٹھ بجے صبح پیر کے روز واپس پہنچے۔ پلیٹ فارم پر دُعا کرنے کے بعد ایک دوسرے سے معانقہ کے بعد جماعت کے افراد اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے''۔

اس سفر کے خاص تاثرات:

1- صاحب نے امارت کے فرائض اس خوبی سے سرانجام دیئے کہ دل باغ باغ ہو گیا۔ میں اب تک جتنی جماعتوں میں شامل ہو چکا ہوں ان سے بڑھ کر کسی امیر جماعت کو مستعد نہیں پایا۔ ریل کے سفر میں ہر فرد کے آرام کا خیال کرنا، باوجود بزرگی کے اپنے سامان کے علاوہ ہر فرد سے اس کا سامان چھیننا، کھانا کھاتے وقت گلاس بھر بھر کر پانی پلانا اور جب تک سب اطمینان سے بیٹھ نہ جائیں کھانے پر نہ بیٹھنا ریل میں نماز کے وقت اپنے ہاتھ سے سب کو وضو کرانا، وضو کرتے وقت انگلیوں کے خلال اور دیگر سنن و مستحبات کی طرف توجہ دلانا، سونے والوں کی حفاظت کا خیال کرنا، ذکر کی کثرت کی تلقین کرتے رہنا، غرض کیا کیا شمار کروں، خدمت کا ایسا معیار .... صاحب نے پیش کیا کہ اس میعار پر کسی اور (ہم میں سے) کا پورا اترنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے اور اس سفر کا سب سے بڑا تاثر دنیوی اور مالی اور عمر کی حیثیت سے ہم میں سے سب سے بڑے (فرد کا اس طرح اپنے آپ کو سب کا خادم ثابت کرنے کی سعی کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس جذبہ خدمت کی وجہ سے ان پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے۔

2- امیر صاحب کے بعد .... صاحب نے اپنی شخصیت سے ہم کو متاثر کیا۔ ہر وقت کے کھانے چائے، ٹکٹ وغیرہ کا سب انتظام آپ نے نہایت بہترین طریقہ پر کیا، سب اخراجات اپنی طرف سے کئے اور سفر کے بعد ہر ایک صاحب کو اس کا مفصل بل ٹرام کا بھاڑا ریل کا ٹکٹ، چائے، کھانے وغیرہ کا خرچ اس کے حساب کے مطابق پیش کیا اور رقم وصول فرمائی۔ وہ چستی، طاقت اور انتظامی امور کی اہلیت کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جذبہ میں مزید ترقی فرمائے۔

3- جو اصحاب پہلے سے کسی سفر میں شامل نہیں ہوئے تھے بیک زبان کہہ رہے ہیں یہ اوقات ان کی زندگی کے بہترین اوقات تھے اور ایسی صحبت اور ایسی خوشی انہیں اپنی عمر میں کبھی نصیب نہیں ہوئی۔

اس تعلیم و تعلم کے خاکہ میں ترقی کی بڑی گنجائش ہے، مولانا اس کو اتنا جامع اور مکمل دیکھنا چاہتے تھے کہ ہر دینی و علمی سطح کے لوگوں کو اپنی تربیت و ترقی کا پورا موقع مل سکے۔ ان کے ذہن میں اہل علم کے لئے الگ خاکہ تھا جو ان کے مناسب حال اور ان کی علمی سطح کے مطابق ہو۔ ایک گرامی نامہ فرماتے ہیں:

''اہل علم کے لئے عربیت، صحابہ کے کلام، اعتصام بالکتاب والسنۃ اور نشر دین کی تحریص کے مضامین جمع کرنے کی خصوصی اور بہت اہتمام سے غور کی ضرورت ہے۔ علمی طبقہ کے لئے اس کے تیار ہونے کی بہت شدید ضرورت ہے اس کے بغیر اس تحریک میں لگنے میں عملی ٹھیس اور نا قابل انجبار شکستگی اور کسر کا قوی خطرہ ہے اور اسی کی خوبی اور کمی پر علمی طبقہ کا نہوض اور تعوذ مبنی ہے۔ اس لائن میں بندہ ناچیز کے دماغ میں کچھ ایسے ایسے خیالات ہیں کہ قبل از وقت ہونے کی بنا پر زبان سے نکالنے کو جی نہیں چاہتا''۔

حقیقت میں اس پورے نظام دعوت تعلیم میں بڑی ترقی و تنظیم کی گنجائش ہے اور اس میں زمانے کے ساتھ چلنے اور مخالف دینی تحریکات اور دعوتوں کا مقابلہ کرنے اور عوام کے لئے ان کا بدل بننے کی بہترین صلاحیت ہے، اہل نظر جانتے ہیں کہ اس وقت کی لادینی تحریکات کی سب سے بڑی قوت یہ ہے کہ وہ عوام سے براہ راست رابطہ پیدا کرتی ہیں۔ ان کے اپنے اصول پر تربت کرتی ہیں،۔ ان کے داعی لوگ ہیں، سرگرم و متحرک ہیں، ایثار و قربانی کی روح رکھتے ہیں' اپنے مقاصد کی خاطر ہر قسم کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں' ان کے پاس عوام کو مشغول رکھنے کے لئے کام ہے، یہ تمام پہلو اس وقت کی مضطرب بے چین طبیعتوں کے لئے مقناطیس کی سی کشش رکھتے ہیں۔ ان لادینی تحریکات کا مقابلہ کرنے کے لئے نہ صرف نظری فلسفے موزوں ہیں، نہ کاغذی خاکے، نہ محض دلائل و براہین اور نہ محض وہ دعوتیں جو خواص کے دائرے میں محدود ہیں اور عوام کو خطاب کرنے اور ان کو کام میں لگانے کے لئے انکے پاس کچھ نہیں، (یہ لادینی (یا کم سے کم خالص مادی) تحریکیں تمام دنیا میں آگ کی طرح پھیل رہی ہیں اور ان کی سرنگیں تمام دنیا میں بچھی ہوئی ہیں'' ان تحریکات کا مقابلہ صرف وہ دینی تحریک کر سکتی ہے جو عوام سے ربط و تعلق پیدا کرنا ضروری سمجھتی ہو۔ اس کے کارکن کسی طبقہ کو نظر انداز نہ کریں، وہ غریب کا کوئی جھونپڑا، کسان کا کوئی کھلیان نہ چھوڑیں، کارگاہوں میں جائیں، بیٹھکوں اور چوپالوں میں بھی اپنا خطاب کریں ان میں سرگرمی و حرکت، جفاکشی اور سخت جانی، کسی دعوت و تحریک کے پُر جوش کارکنوں سے کم نہ ہو اور خیر خواہی و دل جوئی اور سوز و دردمندی ان سے کہیں زائد ہو اس لئے کہ وہ صرف ان کی معاشی حالت بلند کرنا چاہتے ہیں اور ان کو صرف ان کی ظاہری پست حالی کا درد ہے لیکن اس دعوت کے کارکنوں کا کام اس سے کہیں زیادہ بلند اور وسیع ہے، ان کو اس خدا فراموش بہیمانہ زندگی کا درد ہے جس میں اللہ کی یہ مخلوق پڑی ہوئی ہے، انکو ان کی دینی، اخلاقی، روحانی اور ذہنی سطح بلند کرنی ہے۔ ان میں انسانیت، اسلامی شائستگی اور علم کا شوق پیدا کرنا ہے، وہ بالکل بے غرض قسم کے انسان ہوں جو اپنا بار خود اُٹھائیں اور کسی پر بار نہ ہوں، ان کے پاس تہذیب و شائستگی، اخلاق اور تعلیم کے

مقاصد ونتائج پیدا کرنے کے لئے زیادہ سہل اور قابل عمل طریقے ہوں جو بغیر کسی صرف کے بہتر نتائج واثرات پیدا کرسکیں۔ پھر وہ ان کو وہ کام سپرد کریں جوان کو مشغول کرے اور کبھی ختم ہونے والا نہ ہو یعنی دوسروں میں اسی کی کوشش کرنا جو دوسروں نے ان میں کی، ان کے پاس ایسا کام اور نظام ہو جو امت کے مختلف طبقات میں ربط وتعاون پیدا کرے، مقصد کا اشتراک، ایک جگہ کا اجتماع سفروں کی رفاقت، باہمی خدمت واعانت، ایک دوسرے کے لئے ایثار، ان میں الفت و محبت پیدا کرے، کوئی ایسا راستہ ہو جس میں نوجوان اپنی قوت عمل صرف کرسکیں کہ یہ ان کے لئے فطری طور پر ضروری ہے۔ اگر ان کو صحیح کام نہ ملا تو وہ غلط راستہ پر پڑ جائیں گے۔

مولانا محمد الیاسؒ نے جو چیز پیش کی ہے اس میں یہ تمام خصوصیات موجود ہیں اور اس کے خاکہ میں اس سے زیادہ گنجائش ہے، وہ کوئی وحی وتنزیل نہیں ہے، قرآن وحدیث کے فہم سیرت وصحابہ کرامؓ کے حالات وواقعات کے علم، اصول دین سے گہری واقفیت اور خداداد بصیرت وحکمت دین کے ماتحت انہوں نے اس زمانہ میں کام کا ایک طرز پیش کیا اور قرآن وحدیث کے گہرے مطالعہ اور اپنے طویل تجربہ کی بناء پر اس کے کچھ اصول وضوابط مقرر کئے جو سب قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں اور تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ صدہا مصلحتوں پر مبنی ہیں، اب ضرورت صرف اس کی ہے کہ اللہ نے جن لوگوں کو علم دین، خلوص اور عقل وفہم کی دولت بخشی ہے اور اس زمانہ سے بھی بے خبر نہیں ہیں وہ اس کی طرف توجہ فرمائیں اور اپنے جوش عمل، قوت تنظیم، سلیقہ خداداد، اصول کی پابندی اور اللہ سے ربط وتعلق کے ذریعہ اس کو ترقی دیں۔

خطرات سامنے ہیں، لادینی تحریکات جس قوت وسرعت کے ساتھ پھیل رہی ہیں اور جو وسعت وعمومیت اختیار کررہی ہیں اور مذہب اور اہل مذہب کے لئے ان کی طرف سے جو خطرہ ہے وہ اب کسی کے لئے راز نہیں۔ اگرچہ ہمارے دینی وعلمی حلقوں میں ابھی اس خطرہ کا پورا احساس نہیں اور عمومی دعوت عمومی تعلیم وتربیت اور عمومی حرکت وجدوجہد کی طرف پوری توجہ نہیں۔

جو رازے کدہ میں ہے اک اک زبان پر
افسوس مدرسہ میں ہے بالکل نہاں ہنوز

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ اَحْسَنَه
اُولٰئِکَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰئِکَ
هُمْ اُولُو الْاَلْبَابِ ۵